قادیانی مسئلہ اور اس کا صحیح حل

ابوالاعلیٰ مودودی

گذشتہ ماہِ مئی کے حادثہ ربوہ پر مسلمانوں میں جو ردعمل واقع ہوا اور غلام احمدی اُمّت کو اُمّتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے الگ کرنے کے لیے پاکستان کے تمام مسلمانوں نے کامل اتحاد و اتفاق کے ساتھ جو جد وجہد شروع کی وہ اگرچہ بالکل ایک فطری امر ہے، مگر میں اس کو بروقت نہیں بلکہ بہت بعد از وقت سمجھتا ہوں۔ کیونکہ یہ ردعمل اُس وقت رونما ہوا ہے جب مسلم معاشرے کے اندر اِس فتنے کو پرورش پاتے اور پروان چڑھتے ۸۰ ـ ۹۰ سال بیت چکے ہیں، اور اب اس کے استیصال کے لیے یہ آخری موقع ہمیں ملا ہے جس کو اگر ہم نے کھو دیا تو کچھ بعید نہیں کہ یہ فتنہ ہمیں لے ڈوبے گا۔ لاقدّر اللہ۔

درحقیقت اسلامی نقطۂ نظر سے یہ کوئی معمولی بات نہیں بلکہ بہت بڑی بات ہے کہ مسلمانوں کے درمیان کوئی شخص حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کھلم کھلا نبوت کا دعویٰ لے کر اُٹھے اور اس کی دعوتِ باطل کو اِسی مسلم معاشرے میں پھیلنے کا موقع حاصل ہوتا چلا جائے۔ یہ اتنا بڑا گناہ عظیم ہے کہ اسے ایک لمحہ کے لیے بھی برداشت نہ کیا جانا چاہیے تھا، کجا کہ اس کے معاملہ میں اس قدر تساہل برتا جاتا کہ وہ صدی کی آٹھ نو دہائیوں تک نہ صرف ہمارے ملک میں، بلکہ دوسرے مسلم اور غیر مسلم ملکوں میں بھی پھیلتا چلا جاتا۔ اس معاملہ میں ہم اُس دور کے لیے تو اللہ جل شانہٗ کے سامنے کچھ عذر پیش بھی کر سکتے ہیں جبکہ ہم پر انگریزی حکومت مسلّط تھی، اور ہم اُس کے آگے بے بس تھے، اور وہ اِس فتنے کی آبیاری کر رہی تھی۔ لیکن انگریزوں سے آزاد ہونے کے بعد جب پاکستان کا اقتدار خود مسلمانوں کے ہاتھ میں آگیا۔ اُس وقت ۲۷ سال تک اس فتنے کی آبیاری خود انگریزوں سے بھی بڑھ کر ہمارے مسلمان حکمرانوں

کے ہاتھوں ہونا، اور اس کو اتنی طاقت پکڑ جانے کا موقع دینا کہ وہ پاکستان کی حکومت پر قابض ہو جانے کا حوصلہ کرنے لگے، ایسا اکبر الکبائر ہے جس پر کوئی عذر ہم اپنے رب کے حضور پیش نہیں کر سکتے۔ اب اگر ہم اسی پچھلے طرزِ عمل کو جاری رکھتے ہیں تو خدا کے عذاب سے ہمیں کوئی طاقت نہیں بچا سکتی۔ اس لیے میں عام مسلمانوں سے بھی کہتا ہوں کہ جو تحریک انھوں نے اس فتنۂ غلام احمدیت سے نجات حاصل کرنے کے لیے شروع کی ہے اسے ایک قطعی فیصلے تک پہنچائے بغیر ہرگز نہ چھوڑیں، اور ملک کی حکومت اور قومی اسمبلی سے بھی کہتا ہوں کہ وہ خدا کے حضور اپنی جواب دہی کو یاد کریں، سیاسی اغراض و مصالح کو بھول جائیں اور پوری ایمانداری کے ساتھ وہ فیصلہ کریں جو عین ان کے دین و ایمان کے مطابق ہے۔

یہ معاملہ جو اس وقت اسمبلی میں زیر بحث ہے، اپنے اندر کوئی پیچیدگی نہیں رکھتا، بلکہ کھلے آسمان کی طرح صاف اور عیاں ہے۔ جس شخص کو دین کی معمولی واقفیت بھی حاصل ہو وہ جانتا ہے کہ اسلام میں نبوت ایک فیصلہ کن چیز ہے۔ اگر نبی سچا ہو اور کوئی اس کو نہ مانے تو کافر۔ اور اگر وہ جھوٹا ہو اور کوئی اسے مان لے تو کافر۔ بہرحال ایک دعوائے نبوت کے بعد یہ کسی طرح ممکن ہی نہیں ہے کہ اُس کے ماننے والے اور اُس کا انکار کرنے والے ایک اُمت میں جمع ہو سکیں۔ نبوت ایک سنگین دیوار ہے جو دونوں گروہوں کے درمیان ہمیشہ کے لیے حائل ہو جاتی ہے اور انھیں نہیں ملنے دیتی جب تک کہ وہ منہدم نہ ہو جائے۔ ہر نبوت اپنے ماننے والوں کی ایک الگ اُمت بناتی ہے اور نہ ماننے والوں کو قطعی طور پر ان سے جدا کر دیتی ہے۔

یہ تو ہے بجائے خود نبوت کی اُصولی حیثیت۔ لیکن اسلام میں اس امر کا قطعاً کوئی امکان نہیں ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ لے کر اُٹھنے والا کوئی شخص سچا نبی ہو سکے۔ اس لیے کہ قرآنِ حکیم، احادیثِ صحیحہ اور اجماعِ امت کی رو سے حضورؐ اللہ کے آخری نبی ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے حضورؐ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والے کسی شخص سے بھی یہ نہیں پوچھا کہ اس کے نبی ہونے کی دلیل کیا ہے بلکہ بالاتفاق اس کو جھوٹا مدعی قرار دے کر اُس سے اور اس کے ماننے والوں سے جنگ کی اور اُن کو وہ حقوق بھی نہیں دیے جو اسلامی قانون میں مسلح بغاوت کرنے والے مسلمانوں یا ذمیوں کو دیے جاتے ہیں۔ پھر صحابہ رضی اللہ عنہم کے دَور سے آج تک ۱۴ سو برس کی مدت میں ہر زمانے کے مسلمان اس بات پر متفق رہے ہیں اور اس میں کبھی کوئی اختلاف نہیں ہوا ہے کہ بعثتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا السلام کے بعد

نبوت کا دعویٰ کرنے والا ہر شخص جھوٹا ہے، کافر ہے، اور اس پر ایمان لانے والا بھی کافر ہے، حتیٰ کہ ایسے مدعی سے اس کی نبوت کی دلیل پوچھنا بھی کفر ہے، کیونکہ دلیل پوچھنے کے معنی یہ ہیں کہ آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ کھلا سمجھ رہا ہے، اور اُسے کھلا سمجھنا بجائے خود قرآن وحدیث اور اجماع کی رو سے کفر ہے۔

اب دیکھیے۔ ایک طرف تو دعوائے نبوت بعد از خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اسلام کا یہ صریح اور مُتفق علیہ حکم ہے اور دوسری طرف یہ ناقابلِ انکار واقعہ ہے کہ مرزا غلام احمد نے نبوت کا دعویٰ کیا، اپنی نبوت تسلیم کرنے کی لوگوں کو دعوت دی، نہ ماننے والوں کو کافر قرار دیا، اور ماننے والوں کی ایک الگ اُمت بنائی جس کا کوئی فرد اپنے باپ کا جنازہ بھی نہیں پڑھ سکتا اگر وہ اس نئی نبوت پر ایمان نہ لایا ہو۔ سوال یہ ہے کہ یہ مدعی آخر سچا کیسے ہو سکتا ہے؟ اور جب یہ سچا نہیں ہے تو اس کے کافر ہونے اور اس کی تصدیق کرنے والے سب لوگوں کے کافر ہونے میں شک کی کیا گنجائش ہو سکتی ہے؟ اور اس نئے نبی کی یہ اُمت مسلمانوں ہی کے اندر کا ایک فرقہ کیسے قرار پا سکتی ہے جبکہ وہ اسلام کی سرحد توڑ کر خود اس سے باہر نکل چکی ہے؟

لیکن یہ اِس نئی اُمت اور اِس کے بانی مدعیِ نبوت کی انتہائی چالاکی ہے کہ اس نے اسلام کی سرحد سے نکل کر بھی اپنے دین کو اصل اسلام قرار دیا، اسلام ہی کے نام سے اس کی تبلیغ کی، اور لاکھوں مسلمانوں کو اِس گمراہی میں مبتلا کیا کہ کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے قائل ہوتے ہوئے بھی وہ کافر رہتے ہیں جب تک کہ مرزا غلام احمد کی نبوت کا کلمہ اس کے ساتھ نہ ملائیں۔ اگر یہ لوگ سیدھی طرح اسلام سے نکل کر کسی دوسرے نام سے اپنی الگ اُمت بنا لیتے اور اپنے آپ کو مسلمان نہ کہتے تو اتنا بڑا فتنہ نہ بنتے جتنا بڑا فتنہ وہ اُمت در اُمت کی صورت اختیار کر کے بن گئے ہیں۔ وہ اپنے مذہب کا کوئی دوسرا نام رکھ کر اُس کی تبلیغ کرتے تو کسی ایک مسلمان کو بھی اس بات پر آمادہ نہ کر سکتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی چھوڑ کر مرزا غلام احمد کی پیروی قبول کر لے۔ وہ نہ انگریزی حکومت کے دور میں مسلمانوں کے حقوق کا بڑا حصہ ہتھیا سکتے تھے، اور نہ پاکستان قائم ہونے کے بعد انہیں یہ موقع مل سکتا تھا کہ حکومت کے نظم ونسق اور اس کی مسلح افواج اور اس کے زیر اثر معاشی زندگی کے ہر شعبے میں پھیلتے اور بڑھتے چلے جاتے۔ مگر یہ ان کی انتہائی عیاری تھی کہ انہوں نے مسلمانوں کو کافر قرار دے کر ان سے الگ اپنی اُمت بھی منظم کی، اور پھر

مسلمانوں کی اُمت میں شامل رہ کر وہ سرطان کے پھوڑے کی طرح جسدِ ملت میں اپنی جڑیں بھی پھیلاتے رہے۔ یہ ان کی اسی عیاری کا نتیجہ ہے کہ انہیں مسلمانوں کا ایک فرقہ سمجھا جاتا رہا۔ مسلمانوں کو توڑ توڑ کر وہ اپنی امت میں ملاتے اور اپنی تعداد بڑھاتے رہے۔ اور ایک منظم طریقے سے پیہم کوشش کر کے وہ مسلم معاشرے اور حکومت پر اس طرح چھاتے چلے گئے کہ اب وہ پاکستان کے حکمران بن جانے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔

ربوہ کا حادثہ اسی پس منظر میں پیش آیا ہے اور یہ گویا مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آخری تنبیہ ہے کہ اگر ان میں کچھ بھی دینی حس باقی ہے تو امت محمدیہ کے اندر اُمتِ غلام احمدیہ کے پھلنے پھولنے کا ہر راستہ بند کر دیں۔ ہزار ہزار شکر ہے اس خداوند عظیم کا کہ اس تنبیہ پر پاکستان کے علماء مشائخ، سیاسی لیڈر اور عام مسلمان بھی پوری طرح بیدار ہو گئے، اور حکومت بھی بروقت اس کی طرف متوجہ ہو گئی جیسا کہ صمدانی ٹریبونل کے قیام، مسٹر بھٹو کی ۱۳ جون والی تقریر اور پوری قومی اسمبلی کے ایک کمیٹی کی صورت میں اس مسئلے کے حل کی کوشش میں لگ جانے سے ظاہر ہوتا ہے۔

اس موقع پر میں چند ضروری تجاویز پیش کرتا ہوں جن سے میرے نزدیک یہ مسئلہ بخوبی حل کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ میری پہلی تجویز یہ ہے کہ پاکستان کے دستور کی دفعہ ۲ میں، جو ریاست کا مذہب اسلام قرار دیتی ہے، حسب ذیل دو شقوں کا اضافہ کیا جائے:

(۱) اللہ کی توحید، تمام انبیاء کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا آخری نبی ماننا، تمام کتب الٰہیہ کے بعد قرآن مجید کو اللہ کی آخری کتاب تسلیم کرنا اور آخرت پر ایمان رکھنا اسلام کے لازمی بنیادی عقائد ہیں جن میں سے کسی ایک کا انکار بھی کفر ہے۔

(۲) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرے، اور ایسے مدعی کو جو شخص اپنا مذہبی پیشوا مانے وہ کافر اور خارج از اسلام ہے، قطع نظر اس سے کہ وہ مدعی خود اپنے آپ کو، یا اس کے پیرو گروہ اس کو ظلی یا بروزی یا اُمتی یا غیر تشریعی نبی کہے، یا مسیح موعود، مجدد، محدث وغیرہ ناموں سے یاد کرے۔

۲۔ میری دوسری تجویز یہ ہے کہ دستور کی دفعہ ۱۰۶ کی شق (۳) میں جہاں اقلیتوں کا ذکر ہے، وہاں بدھ مت والوں کے بعد "مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروؤں" کا اضافہ کر دیا جائے۔

۳ - میری تیسری تجویز یہ ہے کہ دفعہ ۶ شق (۱) کے بعد حسب ذیل شق (۲) کا اضافہ کر کے بقیہ شقوں کو ان دونوں شقوں کے مطابق کر دیا جائے :

" کوئی شخص جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو اور اس کے باوجود محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے، یا ایسا دعویٰ کرنے والے کو اپنا مذہبی پیشوا مانے ، یا لوگوں کو اُسے مذہبی پیشوا ماننے کی دعوت دے ، یا اسے نہ ماننے والوں کو کافر قرار دے ، وہ بھی خیانت عظمیٰ (HIGH TREASON) کا مرتکب سمجھا جائے گا "

ان ترمیمات سے دستور کی حد تک نئی نبوت کے فتنے کا کما حقہ سدباب ہو جاتا ہے - میری تجویز کردہ ان دستوری ترمیمات پر یہ اعتراض نہیں کیا جا سکتا کہ دستور جیسی دستاویز میں کسی شخصِ خاص کا نام لینا مناسب نہیں ہے - ہمارا دستور قرآن سے زیادہ مقدس تو نہیں ہو سکتا - اس میں جب ابولہب کا نام لیا گیا ہے تو ہمارے دستور میں مرزا غلام احمد کا نام لینا کوئی عیب کی بات نہیں ہے - بخصوصاً جب کہ قادیانی مسئلے کو حل کرنے کے لیے اس گروہ کے بانی کا نام لینے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے -

اس کے بعد یہ ضروری ہے کہ قومی اسمبلی ایک قرارداد کے ذریعہ سے حکومت کو حسبِ ذیل تدابیر جلدی سے جلدی اختیار کرنے کا مشورہ دے :

(۱) تمام ملازمینِ حکومت سے ایک ڈیکلریشن فارم پُر کرایا جائے جس میں ہر ملازم یہ واضح کرے کہ وہ مرزا غلام احمد کو اپنا مذہبی پیشوا مانتا ہے یا نہیں -

(۲) جو شخص غلط ڈیکلریشن دے اس کی غلط بیانی جس وقت بھی ظاہر ہو اسی وقت اس کو ملازمت سے الگ کر دیا جائے اور اس کے تمام حقوق جو سرکاری ملازمت کی بنا پر اسے حاصل ہوں، ساقط کر دیے جائیں، اور اس کو آئندہ ہر ملازمت کے لیے نااہل قرار دے دیا جائے -

(۳) رائے دہندوں کی فہرست اور مردم شماری میں پیروان مرزا غلام احمد کا خانہ علیحدہ رکھا جائے -

(۴) شناختی کارڈوں اور پاسپورٹوں میں بھی مرزا غلام احمد کے پیرووں کے لیے ان کے نام ساتھ ان کے مذہب کی تصریح کی جائے -

(۵) تمام کلیدی اسامیوں سے اس گروہ کے افراد کو ہٹا دیا جائے -

(۶) سرکاری ملازمتوں میں اس گروہ کے لوگوں کا تناسب ان کی آبادی کے مطابق کر دیا جائے اور تناسب سے بہت زیادہ مناصب اُن کو دے کر مسلمانوں کے ساتھ جو بے انصافی کی جاتی رہی ہے اس کا تدارک کیا جائے۔

(۷) ربوہ کی زمین جن شرائط پر انہیں دی گئی ہے ان پر نظر ثانی کی جائے اور مفادِ عامہ کو ملحوظ رکھ کر از سرِ نو شرائط مقرر کی جائیں۔ نیز اگر یہ ثابت ہو کہ انہوں نے گرانٹ کی شرائط کی خلاف ورزی کی ہے تو اس گرانٹ کو منسوخ کر دیا جائے۔

(۸) ربوہ کو جسے انہوں نے ریاست در ریاست بنا رکھا ہے کھلا شہر قرار دیا جائے۔ اور وہاں مسلمانوں کو جائداد حاصل کرنے، سکونت اختیار کرنے یا کاروبار کرنے کے پورے مواقع دیے جائیں۔

ایسی قرارداد پاس ہونے کے بعد اگر حکومت اس پر مستعدی کے ساتھ انتظامی کارروائی کرے تو ملک بہت جلد اُن خطرات سے محفوظ ہو سکتا ہے جو اس فتنے کے ۸۰ ـ ۹۰ سال تک پروان چڑھتے رہنے سے اب علانیہ رونما ہو رہے ہیں۔

اس کے علاوہ میں وزیراعظم صاحب سے دو گزارشیں اور کروں گا۔ ایک یہ کہ صمدانی ٹریبونل کی رپورٹ کو بلا کم و کاست شائع کریں۔ دوسرے یہ کہ ختم نبوت کی تحریک پر جو بے جا پابندیاں ملک میں لگائی گئی ہیں، جو گرفتاریاں اس تحریک کو روکنے کے لیے عمل میں لائی گئی ہیں، اور پریس کا گلا گھونٹنے کے لیے جو کچھ کیا گیا ہے، اس پورے سلسلے کو انہیں فوراً ختم کر دینا چاہیئے، کیونکہ یہ سب کچھ ان کی ۱۳ رجون والی تقریر کی روح اور معنی کے بالکل خلاف ہے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین